ذی شان ساحلؔ کی شاعری اور دہشت گردی کا عالمی منظر نامہ

غلام رسول

Ghulam Rasool

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Oriental College,University of the Punjab, Lahore.

ڈاکٹر محمد امجد عابد

Dr. Muhammad Amjad Abid

Assistant Professor, Department of Urdu,

University of Education, Lahore.

Abstract:

Zeeshan Sahil occupies a distinguish position in modern Urdu poetry. He has highlighted culture, civilization, romanticism, contemporary consciousness and prevailing situation of terrorism in the country especially with reference to 9/11. He has expressed his feelings and emotions in his poetry. In this article the researcher has explored the effect of poetic trends towards terrorism in the society. In the poetry of Zeeshan Sahil it has been concluded that the poet has reflected thinking process of the time which is attribute of poetic diction.

شعر ایک زندہ قوت ہے، جو نثر سے پہلے وجود میں آیا۔ قافیہ پیمائی سے انسان کو ایک خاص تعلق ہے۔ کیوں کہ اس کی اپنی جسمانی ہیت بھی غالباً جس توازن کی مرہون منت ہے وہ قافیے سے ہم آہنگ ہے۔ پہلے جب لکھنے کا فن ایجاد نہیں ہوا تھا تو انسان کی قوت حافظہ ان تمام چیزوں کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھتی تھی جو حکایات، لوک روایات اور موزوں جملوں کی صورت میں موجود تھیں۔ ہماری شاعری میں دیگر اصناف کی طرح نظم بھی ایک قابل قدر مقام رکھتی ہے۔ جس لمحے اردو شاعری وجود میں آئی، اسی لمحے اردو نظم نے بھی جنم لیا اور اس وقت سے آج تک اردو نظم اپنے عروج کی طرف رواں دواں ہے۔ بلکہ موجودہ عہد کی نظم میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو کسی ترقی یافتہ زبان سے توقع کی جا سکتی ہے۔ جدید نظم کا باقاعدہ آغاز انجمن پنجاب سے ہوا پھر نظم کی طرف رجحان بڑھتا چلا گیا اور مختلف ہیئتوں کا استعمال بھی کیا گیا جن میں آزاد نظم، پابند نظم، نظم معرّا، سانیٹ اور نثری نظم وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ اقبال، ن۔م راشد، فیض احمد فیض، اختر الایمان، میراجی، مجید امجد، الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، نصیر احمد ناصر، عبدالرشید، حمیدہ شاہین، علی محمد فرشی، امجد اسلام امجد، محمد اظہار الحق، اور ذی شان ساحل وغیرہ ایسے شعرا ہیں جنھوں نے معاشرے کے درد والم، سماجی و سیاسی حالات و واقعات اور عصری صورتحال کو اپنی شاعری کے ذریعے نمایاں کیا۔

ذی شان ساحل ۱۵دسمبر۱۹۶۱ءکوحیدرآباد (سندھ) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گورنمنٹ لائبریری میں ملازم تھے۔ابتدائی تعلیم حیدرآباد سے حاصل کی۔اس کے بعد۲۰۰۰ء میں کراچی آکر اپنی تعلیم جاری رکھی۔چونکہ بچپن ہی سے پولیو کی بیماری سے پاؤں خراب ہو چکے تھے جس کی وجہ سے ایک بیماری کائی فوسکولیوسس میں مبتلا ہو گئے اور باقی تمام عمر وہیل چیئر پر گزاری۔۱۹۷۷ء میں لکھنے کا آغاز کیا۔نظموں کے ساتھ ساتھ غزلیں،تنقیدی مضامین اور ریڈیو کالمز بھی لکھے۔انھوں نے نظموں کے آٹھ مجموعے لکھے جن میں ایرینا، چڑیوں کا شور، کہرآلود آسمان کے ستارے، کراچی اور دوسری نظمیں، ای میل اور دوسری نظمیں،شب نامہ اور دوسری نظمیں، جنگ کے دنوں میں،اورنیم تاریخ محبت شامل ہے۔ایک غزلیات کا مجموعہ ''وجہ بیگانگی'' بھی لکھا۔کلیات ''ساری نظمیں'' کے نام سے ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ذی شان ساحل سینتالیس برس کی عمر میں ۱۲اپریل ۲۰۰۸ءکوداغ مفارقت دے گئے۔

ذی شان ساحل جدید دور کا شاعر تھا جس کی نظمیں صرف لوگوں کے لیے تھیں۔ان کی شاعری میں اس معاشرے کی تہذیب وثقافت، معاشرتی رویے، رومانویت،عصری شعور وآگہی، ملک میں ہونے والی دہشت گردی،کراچی میں ہونے والی دگرگوں صورت حال، امریکی سامراجیت کی حقیقت اور ۱۱/ ۹ کے بعد کا منظر نامہ پیش کیا گیا ہے۔نظموں کا اسلوب جدید طرز کا ہے۔الفاظ کی بناوٹ، چھوٹے جملے میں بڑی بات کہنے کا ہنر،انوکھے استعارے اور علامتی انداز ان کی نظموں کی خوب صورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ان کی شاعری کے بارے میں محمد خالد اختر لکھتے ہیں:

> ''ذی شان کی شاعری الفاظ کی سج دھج، لہجے کی گھن گرج کی شاعری نہیں اور اگر آپ کو اس قسم کی شاعری پسند ہے تو آپ کو دوسرے شاعروں کی طرف جانا ہوگا جو بکثرت ہیں اور جن میں سے چند ایک نے بڑی شاعری کی ہے۔ذی شان کی شاعری کا لہجہ دھیما اور دردمندانہ ہے۔الفاظ سادہ اور آسان ہوتے ہیں اور بیان میں کوئی ایسا پیچ یا ابہام نہیں ہوتا جس کی تعبیر کی حاجت پیش آئے۔''(۱)

ذی شان ساحل لفظوں کے قرینوں سے معاشرے پر مصلحانہ نظر ڈالتے ہیں اور مختلف موضوعات سے نبرد آزما ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔محبت والفت ان کے ہاں زندگی گزارنے کا انتہائی عنصر ہے۔رومانویت ایک فطری چیز ہے جو ہر انسان میں موجود ہوتی ہے۔وہ شاعری میں اس احساس کو انوکھے انداز سے بیان کر کے انسانی جذبات کی درست ترجمانی کرتے ہیں۔ذی شان ساحل چوں کہ معذور تھا جس کی وجہ سے اس کو اپنی بہت سی خواہشات کی قربانی دینا پڑی۔اس کے باوجود بھی زندگی کو قریب سے دیکھا بلکہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینے کا ہنر سیکھا۔ان کی ایک نظم ''خواب'' کے چند اشعار دیکھیے جس میں محبت کے جذبے کا اظہار کس خوب صورتی سے ملتا ہے:

محبت اور خوشی
جو مجھے نہیں ملی اور میرے پاس ہے
پس منظر میں تمھارا چہرہ
اور میرا اکیلا پن پرانی سیڑھیاں چڑھتا رہتا ہے
کتابیں بند ہوتی رہتی ہیں (۲)

وقت کے تناظر میں محبت کی کئی تہیں ان پر کھُلتی ہیں اوران کی عمیق نظر سے اردو نظم میں رومانوی انداز کا ایک نیا طرز سامنے آیا۔ان کا خیال ہے کہ ہر دور میں عورت کی طرف سے اظہار محبت کو معیوب سمجھا جاتا ہے جب کہ مرد کے لیے محبت کا اظہار کرنا عیب نہیں۔اس بارے میں ان کی ایک نظم ''محبت'' سے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

لڑکیوں کے لیے
محبت کرنا اتنا ہی مشکل ہے
جتنا درخت کے تنے کی مدد سے
کوئی پہاڑی نالہ پار کرنا
یا کسی بھیگے ہوئے کاغذ کا سُکھانا
مگر ذرا سی احتیاط سے یہ سب کام ممکن ہیں
لڑکیاں تو اپنی کتابوں پہ کسی کا نام بھی نہیں لکھتیں
کوئی بھی شخص کسی کا نام جانتے ہوئے
اسے لکھے بغیر نہیں رہ سکتا
میں بھی ایک لڑکی کا نام جانتا ہوں (۳)

اس نظم میں ذی شان ساحلؔ نے محبت کا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔درخت کی مثال دے کر محبت کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ان کے یہ الفاظ ہر عام وخاص کی ذہنی اُپج کے مطابق ہیں۔شاعری کا مزہ ہی تب ہے جب ایک شاعر فکری اور فنی طور پر قاری کی ذہنی سطح پر آ جاتا ہے تب عوام اس کی فکری اور فنی کاوش کو سمجھ کر بھر پور لطف اٹھاتے ہیں۔ان کی ایک تصنیف ''نیم تاریک محبت'' میں ایسے جذبات اور بھی کھل کر سامنے آتے ہیں۔یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو ہر ایک کو لاحق ہے۔یہ ان کی نظموں کا آخری مجموعہ ہے جس میں شاعر کی ذہنی اُپج کو سمجھنے کے لیے قاری کو فہم وفراست کی ضرورت ہے۔محبت کے خدوخال سمجھنے کی سعی ان کے ہاں ایک نیا روپ لے کر جلوہ افروز ہوتی ہے۔ان کی ایک نظم ''پھول'' میں ان کے جذبات دیکھیے کہ کیسے حسرت بھرے انداز سے محبوب سے مخاطب ہوتے ہیں:

ایک پھول سجاؤں گا
تمھارے بالوں میں
اپنے ہاتھ سے
کِھلا رہے گا یہ پھول
جب تک رہے گی
دھوپ تمھاری
اور سورج کی (۴)

دہشت گردی کا عالمی منظر نامہ بھی ان کی نظموں کا ایک اہم موضوع ہے۔انہوں نے دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے حالات وواقعات کو دل کی بھٹی میں تپا کر قاری کے روبرو پیش کیا ہے۔نہ صرف پاکستان دہشت گردی کی زد میں رہا بلکہ پوری دنیا

اس ناگہانی صورتِ حال کا کسی نہ کسی صورت میں سامنا کرتی ہے اور ابھی تک کر رہی ہے۔۱۱/ ۹ کے بعد تو پوری دنیا میں کشمکش کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ ذی شان ساحلؔ اُن دنوں کراچی میں مقیم تھے۔ وہاں روز بروز دہشت گردوں کی بڑھتی ہوئی یلغار معاشرے کے لیے وحشت کا سامان پیدا کر رہی تھی۔ شاعر اور ادیب چوں کہ معاشرے کا حساس ترین طبقہ ہوتا ہے۔ وہ عام آدمی سے زیادہ چیزوں کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ گرد و پیش پر نظر رکھتے ہیں اور معاشرے کے نبّاض ہوتے ہیں۔ عصری شعور سے بیگانہ نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اور تخلیقی ادب معاشرے کی درست تصویر کشی کرتا ہے۔ چند سال قبل کراچی جیسے بڑے شہر میں ہر طرف افراتفری کا ایسا ماحول تھا کہ شاعر حضرات نے بھی اس صورتِ حال کو شاعری کا موضوع بنایا اور کھل کر حالات و واقعات کا نہ صرف پرچار کیا بلکہ شدید ردِ عمل بھی ظاہر کیا۔ ان شعراء میں ذیشان ساحلؔ سرِ فہرست ہیں۔ انھوں نے لوگوں کے جذبات کو لفظوں میں پرویا اور زمانے کی بے بسی، قتل و غارت اور بے یقینی کو موضوعِ سخن بنایا۔ زینت حسام لکھتی ہیں:

> ''ان دنوں ذی شان ہمارے یہاں رہتا تھا۔ ۱۹۹۵ء تھا؛ کراچی جل رہا تھا؛ لوگ تخریب پسند ہو گئے تھے؛ چاروں طرف تشدد ہی تشدد تھا۔ معصوم زندگیوں، سپنوں اور امیدوں کو سرِ راہ مارا جا رہا تھا۔ کچھ ہی دنوں میں دو ہزار لوگ مارے گئے تھے۔ ہم سب کی طرح ذی شان بھی بہت دُکھی تھا۔ وہ ایک کمرے میں لکھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ دو مہینے لگا تار دن رات، وہ رکا ہی نہیں رہا تھا، کسی جنوں میں تھا۔ جب اس نے لکھنا پورا کیا تو سب کی جان میں جان آئی۔ ہم اس کے اس رویے سے بہت گھبرا گئے تھے۔ جمعہ کے دن گھر میں بہت دوست آئے تھے۔ ذی شان ساحلؔ نے انھی دنوں لکھی اپنی نظمیں سنائیں، وہ بہت اندر تک ہم سب میں پیوست ہو گئیں۔'' (۵)

ذی شان ساحلؔ کراچی کے ان حالات میں عوام کا نمائندہ بن کر ابھرتا ہے۔ عام لوگوں کی ضروریات اور مشکلات کا بھرپور احساس کرتا ہے اور چاہتے ہیں کہ جب انسانوں پر مشکل گھڑی آئے تو لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اور درد بانٹ کر انسانیت کی قدر اور اپنا فرض پورا کرنا چاہیے۔ جو قومیں مشکل وقت میں اپنے لوگوں کا ساتھ دیتی ہیں وہ کبھی کمزور نہیں ہوتیں۔ ان کی ایک نظم ''عوام'' اس حوالے سے بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ دیکھیے:

مشکل وقت میں
اگر کچھ لوگ ہماری مدد نہیں کر رہے
تو ہمیں
ان کے بارے میں سوچنا ترک نہیں کرنا چاہیئے
اور جو لوگ اپنی آوازوں سے
اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے ہیں
ہمیں ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے
بہت زیادہ کسمپرسی کے عالم میں
ہمیں صرف نعرے نہیں لگانے چاہئیں (۶)

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور دھماکے پاکستان کا امن تباہ کر رہے تھے جس سے ماؤں کی گودیں اجڑ رہی تھیں۔ باپ اپنے بچوں کو کھو رہا تھا۔ بچہ گھر سے نکلے تو ماں باپ اس کے گھر واپس آنے تک خوف و ہراس میں مبتلا رہتے تھے۔ اس طرح معاشرہ ایک اندوہ ناک صورتحال سے دوچار تھا۔ ذی شان ساحلؔ اسی دور میں زندہ رہ کر کیسے حالات سے نظریں چرا سکتا تھا۔ ان کی ایک نظم ''فائرنگ'' ایسی نظم ہے جس میں معاشرے میں رہنے والے افراد کا ردِعمل بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

فائرنگ ہو رہی ہے
فائرنگ ہو رہی ہے
کرکٹ کھیلتے ہوئے بچے
شور مچاتے ہیں
مگر گھر نہیں جاتے
جیسے فائرنگ ایک جدید لوک گیت ہے
جس کی دُھن پر
شور مچاتے دوڑتے ہوئے
کرکٹ کھیلی جا سکتی ہے(۷)

مندرجہ بالا اشعار کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بچوں کے لیے اب فائرنگ معمولی چیز ہے۔ لوگوں میں گولیوں کا خوف اب باقی نہیں رہا۔ ویسے بھی فطرت ہے کہ جب کوئی درد حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر وہی درد تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ بقول مرزا غالب:

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا(۸)

اگر کوئی سانحہ کبھی کبھار پیش آئے تو وہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن اگر آئے روز ایک نئے غم سے پالا پڑتا رہے تو ہم اس غم کے عادی ہو جاتے ہیں۔ کراچی میں روز بروز بڑھتی شورش نے بھی لوگوں کو مضبوط اعصاب کا مالک بنا دیا تھا۔ حالات اس قدر خراب چکے تھے کہ دن دیہاڑے ڈاکو سامان اُڑا لے جاتے۔ ظالم مظلوموں پر تشدد کرنے سے باز نہ آتے۔ کراچی کے ان ناگفتہ بہ حالات کے بارے میں لکھی گئی نظموں کے حوالے سے ذی شان ساحلؔ یوں رقم طراز ہیں:

''کراچی کے لیے لکھی گئی یہ نظمیں بھی ایک ایسا ہی مشترکہ اثاثہ ہیں۔ ایک ایسی دنیا جو صرف میری ہی نہیں بلکہ سب کی دنیا ہے۔ یہ نظمیں میری ہی نہیں، میرے گھر والوں کی بھی ہیں، میرے دوستوں کی بھی ہیں، جن کے بغیر ان نظموں کا کوئی لفظ مکمل نہیں ہوتا۔ ان بچوں کی بھی ہیں جن کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے کراچی اور کراچی سے باہر کی پوری دنیا قائم ہے۔ کراچی کے ان ڈرے ہوئے اور بہادر شہریوں کی بھی ہیں جن کا شہر میں رہے جانا ہی میری نظموں کے لکھے جانے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔''(۹)

۹/۱۱ کے بعد جو دنیا میں ہلچل مچی تھی۔ دیگر شعرا کی طرح ذی شان ساحلؔ کے ہاں بھی اس کا شدید ردِعمل ملتا ہے۔ اس

واقعے نے ہر ادیب کو متاثر کیا۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے یہ واقعہ گھناؤنا خواب بن گیا تھا۔ ۱۱ستمبر۲۰۰۱ء کو دو اغواہ شدہ طیاروں کو امریکہ کے شہر نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرایا گیا جس سے چند منٹوں میں ۱۱۰منزلہ عمارت زمیں بوس ہو گئی۔ جس کی وجہ سے کافی جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اس واقعہ کے بارے میں قاسم یعقوب بیان کرتے ہیں:

> امریکہ افغان جنگ کے پس منظر میں ''اسامہ بن لادن'' ایک پُراسرار شخصیت ہے۔ ۱۱ستمبر۲۰۰۱ء کی صبح چار امریکی جہازوں کے اغوا نے ساری دنیا کو حیران کر دیا۔ یہ حیرانی اس وقت پریشانی میں بدلی جب دو جہاز یکے بعد دیگرے نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر سے ٹکرائے اور تیسرا جہاز امریکی وزارت دفاع کی عمارت ''پینٹا گون'' کے قریب ےگر گیا۔ جبکہ آخری جہاز اپنے ہدف سے بھٹک کر ''پینسلوانیا'' میں گر کے تباہ ہو گیا۔''(۱۰)

پوری دنیا نے اس واقعے کی مذمت کی اور امریکہ نے اپنی ناکامی چھپانے کے لیے سارا الزام اسامہ بن لادن کے سر دھر دیا۔ یوں اس آڑ میں امریکہ نے مسلمان ملکوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنایا جس میں افغانستان، ایران اور عراق زیادہ نشانہ بنے۔ امریکہ اس واقعہ کے مطابق لگائے گئے الزامات کا کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکا۔ جہاں اس واقعہ کا عام انسانوں پر اثر ہوا وہیں شاعروں نے بھی اس کا خوب اثر قبول کیا۔ ان شعرا میں افضال احمد سید، جاوید انور، نصیر احمد ناصر، احمد جاوید، جمیل الرحمٰن، جواز جعفری، وحید احمد اور اختر عثمان وغیرہ ہیں۔ اس واقعے نے جس شاعر کو سب سے زیادہ متاثر کیا، ان میں ذی شان ساحلؔ سرِ فہرست ہیں۔ عراق اور فلسطین بھی تشدّد کا نشانہ بنے۔ سامراجی قوتیں اسلامی ملکوں کو تہس نہس کر کے ان کے وسائل خاص کر تیل پر قبضہ کرنے کے درپے ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ عراق کے تمام لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اس کے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے۔ ذی شان ساحلؔ کی ایک نظم ''ہمیں عراق کو'' سے چند اشعار ملاحظہ کریں جو امریکہ کے جذبات کی نمائندگی کرتی ہے:

ہمیں عراق کو تباہ کر دینا چاہیئے
اس کے بچوں کو یتیم
اس کی عورتوں کو بیوہ
اور اس کے مردوں کو لاشوں میں تبدیل کر دینا چاہیئے
ہمیں اپنی ساری ٹیکنالوجی، سارا اسلحہ، سارا سرمایہ
ہمیں پوری قوت کے ساتھ بصرہ اور موصل کی
اینٹ سے اینٹ بجا دینی چاہیے(۱۱)

ذی شان ساحلؔ نے ایسی بہت سی نظمیں لکھی ہیں جن میں ۱۱/ ۹ کے بعد عالمی، سیاسی، سماجی اور جغرافیائی منظر نامے کو پیش کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ان کی نظموں کا ایک مجموعہ ''جنگ کے دنوں میں'' خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ چند نظمیں جن میں دہشت گردی کے موضوعات ہیں، ان میں ہتھیار، ہمیں عراق کو، جو آواز کسی تک نہیں پہنچ رہی، عراقی عوام، ایک خودکش نظم، صدام حسین نظم لکھتا ہے، الجزیرہ خاموش ہو جائے گا، بغداد کوئی خط نہیں لکھتا، ایک فتح کا اعلان نامہ، بغداد اور دہلی، کارتوس ہمیں دستیاب نہ ہو سکے، امریکی وہیل چیئر جمع کریں گے، عراق سے ایک آواز، وہ جنگ جیت جائیں گے اور جنگ کے دنوں میں، وغیرہ نمایاں ہیں۔ ان حالات میں لکھی گئی نظموں کے بارے میں ذی شان ساحلؔ بتاتے ہیں:

''ایک سادہ سی بات یہ ہے کہ یہ تمام نظمیں شاید اتنے ہی دنوں میں لکھی گئی ہیں جتنے دن عراق کے عوام دھوئیں، آگ اور بارود کی نئی بارش کی لپیٹ میں رہے۔ زندگی، محبت، خواب اور انسان کو برباد کرنے کا یہ عسکری عمل ابھی مکمل نہیں ہوا ہے اور نہ ہی کبھی ہو پائے گا۔ زندگی اور انسان کا اشتراک کسی بھی عسکری معاہدے یا بیرونی تسلط سے زیادہ پائیدار ہے اور جنگ کے دنوں میں یہی خیال سب سے طاقت ور ہوتا ہے محبت کی طرح۔''(۱۲)

ذی شان ساحل اپنی نظموں میں سامراجیت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہیں وہ نہ صرف دہشت گردی کا اثر قبول کرتے ہیں بلکہ معاشرے اور انسانوں پر ظلم وستم کے خلاف شدید احتجاج بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان کی نظم ''وہ لوگ'' سے چند اشعار ملاحظہ کریں:

وہ لوگ
جن کے بارے میں
ہمیں شبہ ہے کہ وہ دن
ہمارے بارے میں سوچتے رہتے ہیں
ہم انھیں ختم کردیں گے
ہم ختم کردیں گے ہر اس شخص کو
جو ہمارے قومی پرچم کو
اپنی سلامتی کی ضمانت نہیں سمجھتا
ہم مٹادیں گے ہر اس خیال کو
جو ہمارے خلاف جنم لیتا ہے(۱۳)

ذی شان ساحل کی نظمیں اپنے منفرد اُسلوب کی بدولت دوسرے شعرا سے انفرادیت کی حامل ہیں۔ اشعار میں قافیہ و ردیف کا استعمال کر کے ترنم، غنایت اور خوب صورتی پیدا کر دیتے ہیں۔ ثقیل، نامانوس اور ابتذال کہیں نظر نہیں آتا۔ انھوں نے پابند نظم، آزاد نظم اور نثری نظم میں طبع آزمائی کی۔ چھوٹی بحروں میں بڑی بات کہنے کا ہنر جانتے ہیں۔ ان کا علامتی انداز بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی ایک نظم ''وائی'' سے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

کارونجھر 'او کارونجھر
چاروں اور اداسی ہے
بنجر دھرتی پیاسی ہے
امبر سے پانی برسا
کارونجھر 'او کارونجھر(۱۴)

اس نظم میں ہندی الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے جس سے نظم کی دل کشی اور رنگینی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ منظر نگاری اور واقعہ نگاری بھی ان کی نظموں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کی شاعری پڑھ کر قاری پر سحر طاری ہو جاتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ

وہ سارا منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے۔ایک نظم ''جلے ہوئے لوگ'' سے چند اشعار دیکھیے:

لکڑی سے بنے ہوئے
تھیٹر ہال میں
بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں
پانی کے قریب
اور سنتے ہیں
اپنے پگھلتے ہوئے کانوں سے
آگ بجھانے والے انجن کی آواز
جو بہت دور سے آرہی ہے(۱۵)

ذی شان ساحلؔ ایک حساس طبیعت کے انسان تھے جو اپنے گردوپیش میں ہونے والے واقعات کو بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے۔ پولیو کی بیماری کے باوجود بھی خوداعتمادی برقرار رہی۔کراچی میں ان کی زیادہ زندگی گزری۔ان کی نظمیں عصری شعور کی آئینہ دار ہیں وہ یہ اپنے پہلے مجموعے سے لے کر آخری مجموعے تک زندگی کے ساتھ جڑے ہوئے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی شاعری کا لمس قاری کے کانوں میں رس گھولتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ذی شان ساحلؔ، ساری نظمیں، کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۱۱ء، ص:۲۱۲
۲۔ ایضاً، ص:۲۷
۳۔ ایضاً، ص:۳۱
۴۔ ایضاً، ص:۸۴
۵۔ نیاورق، سہ ماہی، (مدیر: ساجد رشید)، شمارہ ۹۲، ص:۲۱
۶۔ ذی شان ساحلؔ، ساری نظمیں، ص:۳۵۰
۷۔ ایضاً، ص:۳۶۱
۸۔ غالب، مرزا، دیوان مرزا غالب جدید، المعروف نسخہ حمیدیہ، ص:۱۹۷
۹۔ ایضاً، ص:۳۳۱
۱۰۔ قاسم یعقوب، اُردو شاعری پر جنگوں کے اثرات، فیصل آباد: مثال پبلشرز، س ن، ص:۲۱۰
۱۱۔ ذی شان ساحلؔ، ساری نظمیں، ص:۶۷۶
۱۲۔ ایضاً، ص:۶۶۵
۱۳۔ ایضاً، ص:۶۶۹
۱۴۔ ایضاً، ص:۸۱۳
۱۵۔ ایضاً، ص:۲۲۹